ڈاکٹر محمد سلیم☆

علم درایت اور موضوع روایات

کسی بھی حدیث کی کیفیت جاننے کے لیے علم روایت اور علم درایت دونوں ہی ضروری ۔وتے ہیں۔ علم روایت سے مراد وہ علوم ہیں جن کے ذریعے رجالِ حدیث کی تحقیق وتفتیش کی جاتی ہے۔ اور علم درایت سے مراد وہ علم ہے جس کی بنیاد پر متن حدیث کو جانچا اور پرکھا جاتا ہے۔ ۔سلاف نے حدیث کی کیفیت جاننے کے لیے دونوں طرح کے علوم ایجاد کیے۔ یہ دونوں ہی اپنی ۔پنی جگہ بہت اہمیت رکھتے ہیں، یعنی اگر کسی بات کی حقیقت اور صداقت کو پرکھنے کے لیے یہ معلوم ۔رنا بھی اہمیت رکھتا ہے کہ اس کا بیان کرنے والا کون اور کیسا ہے؟ اس کی دینی اور اخلاقی حالت ۔یا ہے؟ وہ سچا ہے یا جھوٹا؟ اسی طرح یہ جاننا بھی بے حد ضروری ہے کہ جو بات کہی جا رہی ہے اُن ۔ں صداقت کا امکان کس حد تک ہے؟ حالات کے ۔یش نظر کیا ایسا ممکن بھی ہے یا نہیں؟ چنانچہ ۔یث کی کیفیت جاننے کے لیے علمِ راوی اور مروی دونوں ہی ضروری ہیں، ان دونوں میں سے ۔کسی ایک کو بھی نظر انداز کیا جائے تو حدیث کی حقیقت و ماہیت تک رسائی مشکل ہوگی۔

علم درایت جس کا موضوع متن حدیث ہے، رجال کی تحقیق کی بہ نسبت زیادہ کٹھن اور مشکل ۔م ہے۔ نقدِ متن کے لیے اصولِ درایت سے زیادہ فنی ذوق کی ضرورت ہوتی ہے، جو حدیث ۔ل سے بہت زیادہ ممارست کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے، جس طرح ایک جوہری جوہر پرکھنے ۔راز کو مدتوں اس میں وقت لگانے کے بعد حاصل کرتا ہے اور پھر اس کی بنیاد پر کسی پتھر کو ہیرا یا ۔ف ریزہ قرار دینے کی پوزیشن میں ہوتا ہے۔ چنانچہ ابن دقیق العید اس فن کی بابت فرماتے :

☆ استاد مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، انڈیا

حصلت لهم لكثرة محاولة ألفاظ النبى صلى الله عليه وسلم هيئة نفسانية وملكة قوية يعرفون بها ما يجوز ان يكون من الفاظ النبوة وما لا يجوز(۱)

''الفاظِ حدیث سے بکثرت ممارست کے نتیجہ میں ایک روحانی ہیئت اور قوی ملکہ حاصل ہوتا ہے جس سے معرفت ہوتی ہے کہ الفاظ نبوی کیا ہو سکتے ہیں اور کیا نہیں''

یا اس فن کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی کی برسوں خدمت کرے اور اس کی پسند و ناپسند سے اس طرح واقف ہو جائے کہ کوئی شخص اگر اس کے خلاف رائے دیتا ہو تو وہ اپنے تجربے کی روشنی میں اس کی تردید کرے۔ اسی طرح حدیث کی معرفت کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ رسول کی زندگی کے ایک ایک پہلو سے اچھی طرح واقفیت ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر پسند و ناپسند کا پورا علم ہو۔ چنانچہ ایک مرتبہ حافظ ابن قیم سے پوچھا گیا کہ کیا کسی حدیث کی صحت کا پتہ بغیر اس کی سند دیکھے لگایا جا سکتا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا:

یہ کام وہی شخص کر سکتا ہے جسے سنن صحیحہ کی معرفت میں سیرابی حاصل ہو اور وہ اس کے خون و گوشت میں رچ بس گئی ہو، وہ سنن و آثار اور رسول اللہ کی سیرت پہچانتے ہیں، حضور جس چیز کا حکم دیتے تھے اور جس سے منع فرماتے تھے، جس بات کی خبر دیتے تھے، جس کی طرف دعوت دیتے تھے، جس چیز کو پسند فرماتے تھے، جس چیز کو برا سمجھتے تھے اور جس چیز کو امت کے لیے مشروع قرار دیتے تھے۔ ان سب چیزوں کو جاننے میں اسے ملکہ اور حد درجہ اختصاص حاصل ہو گیا ہو۔ گویا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک فرد ہو اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سامنے ہوں(۲)۔

علم درایت کی بنیاد قرآن میں بھی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا﴾(۳)

''اے ایمان والو! جب تمہارے پاس کوئی فاسق کسی بات کی خبر لائے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو''۔

اسی طرح حدیثِ رسول میں بھی ہے:

كفى بالمرء كذبا أن يحدث بكل ما سمع (۴)

''آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی چیز کو، بغیر سوچے سمجھے، بیان کردے''۔

اگر چہ یہ علم بحیثیت فن بعد میں وجود میں آیا، لیکن اس کی ابتدا دورِ صحابہ ہی میں ہو چکی تھی، صحابہ جب کسی ایسی حدیث کو سنتے جو قرآنی تعلیمات یا سنت نبوی سے مطابقت نہ رکھتی تو اس پر بلا جھجک تنقید کرتے، اس کا راوی خواہ کوئی بھی ہوتا۔ مثلاً حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے جب یہ حدیث بیان کی گئی کہ نوحہ کرنے سے مردے پر عذاب ہوتا ہے تو انہوں نے فرمایا:

حسبكم القرآن ولا تزر وازرة وزر اخرىٰ (۵)

''تمہارے لیے قرآن کافی ہے کہ کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا''۔

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی کے سامنے جب یہ روایت بیان کی گئی کہ جو شخص جنابت کی حالت میں صبح کرے وہ روزہ نہ رکھے، تو سیدہؓ نے فرمایا:

إن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يدركه الفجر وهو جنب من أهله، ثم يغتسل ويصوم (٦)۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنابت کی حالت میں صبح کو بیدار ہوتے تو غسل فرماتے اور روزہ بھی رکھتے''۔

ایک مرتبہ حضرت ابوایوب انصاریؓ نے محمود بن ربیع کو کہتے سنا:

فإن الله قد حرم على النار من قال لا إله إلا الله، يبتغى بذالک وجه الله

''جس نے محض اللہ کے لیے لا الٰہ الا اللہ کہا تو اللہ اس پر نارِ جہنم حرام کر دے گا''

تو فرمایا:

والله ما اظن رسول الله قال ما قلت قط (۷)۔

''خدا کی قسم میں سمجھتا ہوں کہ رسول اللہ نے یہ کبھی نہ فرمایا ہوگا جو تم نے کہا''۔

دورِ صحابہ میں اس طرح کی اور بھی مثالیں پائی جاتی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کے زمانہ میں نقد حدیث کا رواج تھا، لیکن اصل ضرورت اس کی اس وقت پیش آئی جب خلافت راشدہ

کے اواخر میں خانہ جنگی کے نتیجے میں سیاسی اغراض کے لیے جھوٹی حدیثیں بنائی جانے لگیں۔ ان حالات میں ایک طرف تو محدثین نے رجال کی تحقیق وتفتیش شروع کی، دوسری طرف فقہا حدیث کے متن کی جانچ وپرکھ کرنے لگے۔ محدثین نے راویوں کی جانچ وپڑتال کے لیے مختلف علوم وفنون جیسے علم الاسناد، علم تاریخ الرواۃ، علم جرح وتعدیل اور علم مصطلح الحدیث ایجاد کیے، تو دوسری طرف فقہا نے نقدِ متن کے لیے اصولِ درایت وضع کیے، چنانچہ امام ابو حنیفہ سے مندرجہ ذیل اصولِ درایت منقول ہیں:

۱۔ حدیث کا متن مشہور سنت کے خلاف نہ ہو، خواہ وہ سنت قولی ہو یا فعلی۔

۲۔ حدیث کا متن صحابہ اور تابعین کے درمیان نہ ٹکراتا ہو، خواہ ان کا وطن ایک ہی شہر میں ہو یا الگ الگ شہروں میں۔

۳۔ حدیث کا متن عمومات یا ظواہر کتاب اللہ کے خلاف نہ ہو، اس لیے کہ کتاب قطعی الثبوت ہے اور اس کے ظواہر وعمومات قطعی الدلالۃ ہیں، قطعی بہر حال ظنی پر مقدم ہوتا ہے، لیکن اگر حدیث عمومات قرآن اور ظواہر قرآن کی مخالفت کے بجائے اس کے مجمل کا بیان ہو تو اسے اس وقت تک قبول کیا جائے گا جب تک اس کے خلاف کوئی دلیل نہ قائم ہو جائے۔

۴۔ حدیث کا متن اگر قیاس جلی کے خلاف ہو تو اس کا راوی فقیہ ہونا ضروری ہے، اس لیے کہ اگر راوی فقیہ نہیں تو اس بات کا امکان باقی رہتا ہے کہ راوی نے روایت بالمعنی بیان کی ہو اور اس میں اس سے خطا واقع ہوگئی ہو۔

۵۔ حدیث کا متن اگر بلویٰ (مصیبت اور آزمائش) جیسے حدود وکفارات کو بیان کرتا ہو جو شبہات کے ذریعے ختم ہو جایا کرتی ہیں، عام طور پر اس کے سننے اور جاننے والے ہمیشہ ایک سے زائد ہوتے ہیں، تو ایسی حدیث کا مشہور ہونا ضروری ہے یا اسے امت نے قبول کیا ہو۔

۶۔ حدیث کے متن میں سلف میں کسی نے طعن نہ کیا ہو۔

۷۔ راوی کا عمل روایت کے خلاف نہ ہو۔ مثلاً حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث کہ: ''کتا اگر کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اس کا سات مرتبہ دھونا ضروری ہے'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل اس حدیث کے خلاف تھا۔

۸۔ حدیث کے متن یا سند میں کسی زیادتی کی صورت میں راوی کا بیان ثقاۃ سے علیحدہ نہ ہو،

اگر ایسا ہے تو ثقہ راویوں کی روایت کو قبول کیا جائے گا اور منفرد راوی کے اضافہ کو رد کر دیا جائے گا(۸)۔

فقہا میں امام مالکؒ نقدِ متن کے لیے جمہور اہل مدینہ کے عمل کو بنیاد بناتے تھے، چنانچہ محمد ابو زہرہ نے نقل کیا:

فاشترط الإمام مالک في قبول خبر الواحد أن يعمل على خلافه الجمهور والجم الغفير من أهل المدينة، إذا أن عملهم بمنزلة روايتهم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، و رواية جماعة عن جماعة أولىٰ بالقبول من رواية فرد عن فرد(۹)۔

''امام مالک نے قبولیتِ حدیث کے لیے یہ شرط رکھی کہ اس کا متن جمہور اہل مدینہ کے عمل کے خلاف نہ ہو، اس لیے کہ اہل مدینہ کا عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بمنزلہ روایت کے ہے اور ایک جماعت کا دوسری جماعت سے روایت کرنا قبولیت کے اعتبار سے زیادہ اولیٰ ہے بہ نسبت ایک فرد کا دوسرے فرد سے''۔

دوسری صدی میں فقہا اِن اصولوں کی روشنی میں حدیثوں کی جانچ و پرکھ کرتے تھے اور ہر وہ روایت جو ان اصولوں کے خلاف واقع ہوتی اسے غیر معتبر قرار دیتے، خواہ اس کا راوی کوئی بھی ہوتا۔ اس کے بعد اس علم میں اور ترقی ہوئی تو اس کے مزید اصول وضع کیے گئے اور ان اصولوں پر پوری نہ اترنے والی روایت کو موضوع قرار دیا جاتا، چنانچہ چھٹی صدی ہجری میں ابن جوزی (م:۵۹۷ھ) نے اس فن میں بڑے شاندار کارنامے انجام دیے۔ انہوں نے درایت کے نئے اصول وضع کرنے کے ساتھ ساتھ ہزاروں کی تعداد میں موضوع روایات کو ذخیرۂ حدیث سے الگ کیا اور پھر ان روایات کو ''کتاب الموضوعات'' کے نام سے جمع کر دیا، جو آج بھی محفوظ ہیں۔

ابن جوزی کے علاوہ ابن قیم (م:۷۵۱ھ)، علامہ سخاوی (م:۹۰۲ھ)، علی القاری (م:۱۰۱۴ھ)، طاہر پٹنی (م:۹۸۶ھ) اور دوسرے ائمہ نے بھی اس فن میں بڑی گرانقدر خدمات انجام دیں۔ ذیل میں ان اصولِ درایت کو اختصار کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے جو ان ائمہ سے منقول ہیں اور اسی کے ساتھ موضوع روایات کی بعض مثالیں بھی جنہیں ان اصولوں کے تحت موضوع قرار دیا گیا۔

۱۔حدیث کا متن عقل کے خلاف ہو جس کی کوئی تاویل نہ کی جاسکے، جیسے:

ردّ الشمس لعليّ (۱۰)۔

''حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے سورج ڈوبنے کے بعد لوٹا دیا جانا''

حمل علي باب خيبر (۱۱)۔

''حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خیبر کا دروازہ اکھاڑ پھینکا''۔

۲۔حدیث کا متن محسوسات اور مشاہدات کے خلاف ہو، مثلاً:

إن الأرض علىٰ صخرة، والصخرة على قرن ثور، فإذا حرك الثور قرنه تحركت الصخرة، فتحركت الأرض وهي الزلزلة(۱۲)۔

''زمین چٹان پر ہے اور چٹان بیل کی سینگ پر ہے، جب بیل اپنی سینگ کو ہلاتا ہے تو چٹان ہلتی ہے، جس کے نتیجہ میں زمین ہلتی ہے، اس کا نام زلزلہ ہے''

المرء على دين خليله، فلينظر بمن يخالل (۱۳)۔

''آدمی اپنے دوست کے مذہب پر ہوتا ہے، تو چاہیے کہ دیکھے وہ کس سے دوستی کر رہا ہے''۔

۳۔حدیث کا متن قرآنی صراحت کے خلاف ہو۔جیسے:

لا يدخل الجنة ولد الزنا (۱۴)۔

''ولدزنا جنت میں داخل نہیں ہوگا''

یہ روایت قرآن کی آیت: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی﴾ (۱۵) ''کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا'' کے خلاف ہے۔

۴۔حدیث کا متن سنت نبوی کے خلاف ہو، سنت خواہ قولی ہو یا فعلی۔جیسے:

إن النبي صلى الله عليه وسلم والخلفاء كانوا يخطبون من جلوس (۱۶)۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین بیٹھ کر خطبہ دیتے تھے''

حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور آپ کے بعد خلفائے راشدین کا کھڑے ہو کر خطبہ دینے کا معمول تھا، جس کی تائید میں بہت سی احادیث ہیں، چنانچہ جب یہ روایت حضرت سمرہ کے

سامنے بیان کی گئی تو فرمایا کہ جس نے یہ حدیث بیان کی اس نے جھوٹ کہا(۱۷)۔

۵۔حدیث کا متن اجماع قطعی کے خلاف ہو۔جیسے:

تمام وہ روایات جن میں حضرت علی کے لیے ''وصی'' (میرے وارث) ''خلیفتی من بعدی ''(۱۸) (میرے بعد میرے جانشین) جیسے الفاظ آتے ہیں، وہ تمام کے تمام موضوع ہیں، اس لیے کہ اجماع امت سے یہ بات ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد کسی کی تولیت کا حکم نہیں فرمایا۔

۶۔حدیث میں ذرا سی بات پر سخت عذاب کی دھمکی ہو۔جیسے:

من تکلم بکلام الدنیا فی المسجد، أحبط اللّٰہ أعمالہ أربعین سنة(۱۹)

''جس نے مسجد میں کوئی دنیاوی بات کہی تو خدا اس کے چالیس سال کے اعمال ضائع کر دے گا''

من ترک الصلوٰة حتی مضی وقتها، ثم قضی عذب فی النار حقبا، والحقب ثمانون سنة، والسنة ثلثمائة وستون یوما، کل یوم کان مقدارہٗ ألف سنة(۲۰)۔

''جس نے ایک نماز ترک کی، یہاں تک کہ اس کا وقت گزر گیا پھر اس کی قضا کی تو اسے جہنم میں ایک حقب عذاب دیا جائے گا، ایک حقب اسی سال کا ہوگا، ایک سال تین سو ساٹھ دن کا ہوگا اور ایک دن کی مقدار ایک ہزار برس ہوگی''۔

۷۔حدیث میں معمولی کام پر بھاری اجر وثواب کا وعدہ کیا گیا ہو۔جیسے:

من صام یوم عاشوراء کتب اللّٰہ له عبادة ستین سنة(۲۱)۔

''جس نے یوم عاشوراء کا روزہ رکھا، اللہ اس کے لیے ساٹھ سال کی عبادت لکھ دے گا''۔

ایسی روایات سے فرض اعمال کی اہمیت گھٹتی ہے، اس لیے انہیں موضوع قرار دیا گیا۔

۸۔حدیث کے متن میں رکاکت پائی جائے یا ایسی بات جو شان نبوت کے خلاف ہو۔ جیسے:

ثلاثة تزید فی البصر: النظر إلی الخضرة، والماء الجاری، والوجه

الحسن (۲۲)۔

''تین چیزوں سے بصارت میں اضافہ ہوتا ہے: سبزہ، بہتا ہوا پانی اور خوبصورت چہرے کی طرف دیکھنا''۔

۹۔واضع حدیث خود اقرار کرے یا قرائن سے اس کا پتہ چل جائے۔

وضاعینِ حدیث میں ایک طبقہ ایسا بھی تھا جو وضعِ حدیث کو اجر وثواب کا کام سمجھ کر کرتا تھا۔ غلام خلیل اسی گروہ سے تعلق رکھتا تھا، جب اس سے رقائق کے موضوع پر گھڑی ہوئی حدیثوں کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے کہا:

''ہم نے انہیں اس لیے وضع کیا کہ لوگوں کے دل نرم ہوں'' (۲۳)۔

اسی طرح ابو عبداللہ محمد بن الکرام السجتانی، جس کے متبعین ''کرامیہ'' کے نام سے مشہور تھے، ان کے مذہب میں وضع حدیث جائز تھا (۲۴)۔ ان لوگوں نے مندرجہ ذیل نوعیت کی احادیث وضع کیں:

من قرء سورة الكهف ليلة الجمعة، أعطى نورا من حيث قرأها إلىٰ مكة، وغفرله إلى الجمعة الأخرى (۲۵)۔

''جس نے جمعہ کی رات سورہ الکہف کی تلاوت کی، اسے اس جگہ سے مکہ تک نور عطا کیا جائے گا اور آئندہ جمعہ تک کے اس کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے''

من قرء اٰية الكرسى فى دبر صلوٰة، لم يمنعه من دخول الجنة إلا الموت، و من قرأها حين يأخذ مضطجعه أمنه الله على داره، ودار جاره، ودويرات حوله (۲۶)۔

''جو شخص ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی کی تلاوت کرے تو اسے موت کے سوا کوئی چیز جنت میں جانے سے روک نہیں سکتی۔ جو اسے سوتے وقت پڑھے اللہ اس کے گھر، اس کے پڑوسیوں کے گھر اور ان کے ارد گرد کے گھروں کی حفاظت کرتا ہے''۔

۱۰۔حدیث کا مضمون قواعدِ طب کے متفقہ اصولوں کے خلاف ہو۔ جیسے:

يا حميراء لا تغسلى بماء الشمس، فإنه يورث البرص (۲۷)۔

''اے حمیراء (عائشہؓ)! سورج کے گرم پانی سے غسل نہ کرو، اس سے برص پیدا ہوتا

ہے''۔

۱۱۔شہوت وفساد کی طرف رغبت دلاتی ہو۔مثلاً:

شهوة النساء تضاعف شهوة الرجال (۲۸)۔

''عورت کی جنسی شہوت مرد کی شہوت سے زیادہ ہوتی ہے''

إذا جامع أحدكم زوجته، فلا ينظر إلى فرجها (۲۹)۔

''جب تم میں سے کوئی اپنی بیوی سے جماع کرے تو اس کی شرم گاہ کو نہ دیکھے''۔

۱۲۔حدیث عصر نبوی کے معروف تاریخی واقعات اور حقائق کے خلاف ہو۔مثلاً:

وضع الجزية عن أهل خيبر (۳۰)۔

''اہل خیبر سے جزیہ معاف کر دیا گیا''

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت تک جزیہ کا حکم ہی نہیں نازل ہوا تھا اور نہ عرب اسے جانتے تھے۔جزیہ کا حکم غزوۂ تبوک کے بعد نازل ہوا (۳۱)۔

دخلت الحمام فرأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم جالسا وعليه منزر (۳۲)۔

''میں حمام میں داخل ہوا تو دیکھا کہ رسول اللہ بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ پر ایک تہبند ہے''

عرب عہد نبوی تک لفظ ''حمام'' سے واقف نہ تھے، حمام کا رواج عباسی خلافت کے زمانے میں ہوا، جب سے یہ لفظ عرب کے استعمال میں آیا (۳۳)۔

۱۳۔ایسی روایات جو فاقہ کشی اور رہبانیت کی ترغیب دلاتی ہوں، جیسے:

حب الدنيا رأس كل خطيئة (۳۴)۔

''دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے''۔

رجعنا من الجهاد الأصغر إلى الجهاد الأكبر، قالوا: وما الجهاد الأكبر؟ قال: جهاد القلب (۳۵)۔

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ سے واپسی پر فرمایا کہ ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف جا رہے ہیں، تو لوگوں نے کہا کہ: جہاد اکبر کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ: نفس کے خلاف جنگ (جہاد القلب)''

اس طرح کی روایات زہاد وصوفیاء کرام نے وضع کیں جو خود گوشہ نشین تھے اور دوسروں کو اس کی دعوت دیتے تھے۔

۱۴۔ حدیث کے متن میں کوئی ایسی بات مذکور ہو جس کے سننے اور جاننے والے بلا کسی عذر کے کثرت سے ہو سکتے تھے، مگر سوائے ایک راوی کے اسے کوئی دوسرا راوی بیان نہیں کرتا، جیسے:

إنه أخذ بيد علي بن أبي طالب رضي الله عنه بمحضر من الصحابة كلهم، وهم راجعون من حجة الوداع، فأقامه بينهم حتى عرفه الجميع، ثم قال: هذا وصي، وأخي، والخليفة من بعدي، فاسمعوا له واطيعوا (۳۶)۔

''حجۃ الوداع سے واپسی پر مقام غدیر خم پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کے سامنے حضرت علیؓ بن ابی طالب کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ: یہ میرا وارث ہے، میرا بھائی بھی ہے اور میرے بعد خلیفہ، تو تم لوگ اس کی بات سننا اور اطاعت کرنا''۔

۱۵۔ حدیث کا متن حکمت و اخلاق کے عام قدروں کے منافی ہو۔ مثلاً:

ثلاث لا يُركن إليها: الدنيا والسلطان والمرأة (۳۷)۔

''تین چیزوں پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا: دنیا، سلطان اور عورت''۔

إياكم وخضراء الدمن (۳۸)۔

''گھورے پر جمی ہوئی سبزی سے بچو''

یعنی ایسی عورت سے پرہیز کرو جو ظاہری طور پر دیکھنے میں خوب صورت اور حسین ہو مگر اس کا باطن خراب ہو۔

ایسے ابواب جن میں ایک روایت بھی صحیح نہیں

محدثین نے اصولِ درایت کے تحت مذکورہ بالا انواع کی روایات کو موضوع قرار دینے کے علاوہ بہت سے ایسے ابواب کا بھی پتہ لگایا، جن میں ایک روایت بھی صحیح نہیں، جیسے:

۱۔ یوم عاشورا کے موقع پر بعض اعمال کی فضیلت یا ممانعت: جیسے سرمہ لگانا، زینت اختیار

کرنا اور اہل وعیال پر اس دن خوب خرچ کرنا یا اس کے مقابلہ میں اس دن سوگ منانا۔ ان دونوں طرح کی روایات کو بدعتی فرقوں نے وضع کیا (۳۹)۔

۲۔ ایسی روایات جن میں احمد یا محمد نام رکھنے کو نجات کا ذریعہ قرار دیا گیا، جیسے:

أليت على نفسي أن لا يدخل النار من اسمه أحمد و لا محمد (۴۰)۔

''میں قسم کھاتا ہوں کہ ایسا شخص جہنم میں داخل نہیں ہوگا جس کا نام احمد یا محمد ہوگا''۔

اس طرح کی روایات اس لیے موضوع قرار دی گئیں کہ یہ بات دین کے ذریعہ ثابت ہے کہ کوئی شخص نام یا لقب کے ذریعے دوزخ سے نجات نہیں حاصل کر سکتا۔ نجات صرف اعمال صالحہ کے ذریعہ حاصل ہوسکتی ہے۔

۳۔ حیاتِ خضرؑ سے متعلق احادیث جن میں انہیں زندہ وجاوید ہستی تصور کیا گیا ہے، وہ سب کی سب موضوع ہیں۔ امام بخاری، ابن تیمیہ، ابن جوزی اور دیگر ائمہ نے حیات خضر کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ ان میں ایک روایت بھی صحیح نہیں۔ ابن جوزی نے تو یہاں تک کہا ہے کہ حیات خضر کا تصور قرآن، سنت، اجماع اور عقل کے خلاف ہے (۴۱)۔

۴۔ مختلف پیشوں کی تحقیر اور مذمت: اس طرح کی روایات اسلام کے بنیادی اصول کے خلاف ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ﴾ (۴۲)۔

''تم میں سے سب سے مکرم اللہ کے نزدیک وہ بندہ ہے جو تم میں زیادہ متقی ہو''

اس لیے اس باب مین ایک روایت بھی صحیح نہیں۔ اس طرح کی موضوع روایات کی مثال یہ روایت ہے:

بخلاء أمتي: الخياطون (۴۳)۔

''میری امت کے بخیل درزی ہیں''۔

۵۔ کسی علاقے، ملک، قوم، خاندان یا طبقہ، کی تحقیر یا مذمت: اس طرح کی روایات ذاتی عناد اور تعصب کی بنیاد پر وجود میں آئیں۔ ان میں حبشہ، سوڈان اور ترکوں کی مذمت کرنے والی تمام احادیث شامل ہیں۔ جیسے یہ روایت:

شر الرقيق الزنجي إذا شبعوا زنوا، وإن جاعوا سرقوا (۴۴)۔

''سب سے برے غلام حبشی ہیں، شکم سیر ہوتے ہیں تو زنا کرتے ہیں اور بھوکے ہوتے ہیں تو چوری کرتے ہیں''۔

۶۔ابدال، اقطاب، اغواث، نقباء، نجبا اور اوتاد کے سلسلے کی تمام روایات موضوع ہیں جیسے:

الأبدال أربعون رجلا، و أربعون امرأة، كلما مات رجل بدل الله مكانه رجلا، و كلما مات امرأة بدل الله مكانها امرأة(۴۵)۔

''چالیس مرد اور چالیس عورتیں ابدال ہیں، ان میں جب کسی مرد یا عورت کا انتقال ہو جاتا ہے تو اللہ اس کی جگہ دوسرے کو پیدا فرما دیتا ہے''۔

۷۔فرقۂ صوفیہ: اس عنوان کے تحت تمام روایات موضوع ہیں(۴۶)۔

۸۔اویس قرنی: اویس قرنی (تابعی) سے متعلق تمام روایات موضوع ہیں۔امام مالک بن انس نے فرمایا کہ اس نام کا کوئی بھی آدمی نہیں(۴۷)۔

نسخ موضوعہ

ان کے علاوہ بعض بہت مشہور نسخے بالکل جعلی ہیں، ان میں ایک روایت بھی صحیح نہیں ہے جیسے:

۱۔ الأربعون الودعانية

اس نسخے کو وضع کرنے والا زید بن رفاعہ ہے اور زید بن رفاعہ سے ابن ودعان نے چوری کیا(۴۸)۔

۲۔ رسائل أخوان الصفا

اس نسخے کو بھی وضع کرنے والا زید بن رفاعہ ہے(۴۹)۔

۳۔ وصایا علی

اس نسخہ کو حماد بن عمرو النصیبی نے وضع کیا(۵۰)۔

ائمہ حدیث نے علم درایت کے ذریعے ہزاروں کی تعداد میں موضوع روایات کو ذخیرہ حدیث سے الگ کیا، ان میں بہت سی ایسی روایات شامل ہیں جن کی سندیں صحیح معلوم ہوتی تھیں

اور وہ حدیث کی مستند کتابوں میں مندرج تھیں۔ مثال کے طور پر مندرجہ ذیل روایات:

۱۔ ''اللہ نے زمین کو سنیچر کے دن، اس میں پہاڑوں کو اتوار کے دن، درختوں کو پیر کے دن، اس کی ناپسندیدہ چیزوں کو منگل کے دن، نور کو بدھ کے دن، جانوروں کو جمعرات کے دن اور آدم کو مخلوق میں سب سے آخر میں جمعہ کے دن آخری ساعات یعنی عصر اور رات کے درمیان پیدا فرمایا'' (۵۱)۔

اس روایت کو محدثین نے اس لیے موضوع قرار دیا کہ یہ قرآنی صراحت کے خلاف ہے۔ قرآن میں ہے:

﴿خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ﴾ (۵۲)

''اللہ نے زمین اور آسمان اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے چھ روز میں پیدا کیا''

لیکن مذکورہ بالا روایت کی رو سے پیدائش کی مدت سات روز بیان کی گئی۔ دوسرے یہ کہ اس روایت میں آسمان کی پیدائش کا ذکر ہی نہیں، صرف زمین اور اس کی اشیا کو سات دن میں پیدا کرنے کا ذکر ہے، جبکہ قرآن میں زمین اور اس کی چیزوں کو چار دن میں پیدا کیے جانے کا ذکر ہے (۵۳)۔

۲۔ ''اسلام غربت سے شروع ہوا، پھر اسی حالت میں لوٹ جائے گا جیسا شروع ہوا تھا اور مدینہ میں سمٹ جائے گا جیسے سانپ سمٹ کر اپنے بل میں بیٹھ جاتا ہے'' (۵۴)۔

۳۔ ''یہود ونصاریٰ بہتر فرقے ہوئے اور مسلمان تہتر فرقے ہوجائیں گے'' (۵۵)۔

یہ اور اس قسم کی دیگر روایات جن میں اسلام کے زوال اور پامال ہونے کی آرزوئیں یا مسلمانوں کے ہلاک ہونے کی تمنائیں شامل ہوں، قرآنی آیات:

﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ﴾ (۵۶)

''اسی نے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو تمام ادیان پر غالب

کردے“۔

﴿یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ﴾ (۵۷)

”کافر لوگ چاہتے ہیں کہ وہ اللہ کی روشنی کو اپنے منہ سے بجھادیں، مگر اللہ اسے ضرور پورا کرے گا خواہ کافروں کو یہ بات ناگوار گزرے“

کے خلاف ہیں، ایسی روایات یہود ونصاریٰ وضع کرتے تھے جو اسلام کو پھلتا اور پھولتا نہیں دیکھ سکتے تھے۔

اگر چہ ان روایات کے راوی نہایت ثقہ ہیں، مگر چونکہ ان کا متن قرآنی صراحت کے خلاف واقع ہے، اس لیے انہیں موضوعات کی فہرست میں شمار کیا گیا۔ ایسی روایات میں بخاری ومسلم کی ایک ایک، سنن ابوداؤد کی نو، ترمذی کی تیس، نسائی کی دس، ابن ماجہ کی تیس اور مسند احمد بن حنبل کی اڑتیس روایات شامل ہیں، جنہیں امام ابن جوزی نے موضوع قرادیا، ابن جوزی کے علاوہ دیگر ائمہ نے بھی ان کتب کی مرویات کو نقد وتحقیق کا موضوع بنایا اور بہت سی موضوع روایات کی نشاندہی کی۔

ائمہ حدیث نے علم درایت کی ایجاد کر کے نقد متن میں بڑی گراں قدر خدمات انجام دیں، وہ موضوع روایات جو علم روایت کے ذریعے ذخیرۂ احادیث سے خارج نہ ہوسکیں ان کی نشان دہی اس علم کی بنیاد پر کی گئی، اگر چہ ذخیرۂ حدیث سے بڑی تعداد میں موضوع روایات کو خارج کردیا گیا تاہم اس علم کی ضرورت ابھی ختم نہیں ہوئی۔ اس ذخیرۂ احادیث میں اب بھی بہت سی روایات موجود ہیں جن کا متن تعلیمات نبوی سے مطابقت نہیں رکھتا، ایسی روایات زیادہ تر فضائل، ترغیب وترہیب اور مواعظ وقصص کے ابواب میں پائی جاتی ہیں۔ جن کے متن پر اسی طرح کی نقد وتحقیق کی ضرورت ہے۔

حوالے

۱۔ شمس الدین محمد السخاوی، فتح المغیث. شرح الفیة الحدیث، انوار محمدی، ۱۳۰۳ھ، ص ۱۱۳۔
۲۔ شمس الدین ابن قیم، المنار المنیف فی الصحیح و الضعیف، بیروت، ۱۹۷۰ء، ص ۴۳-۴۴۔
۳۔ الحجرات ۴۹:۶۔
۴۔ مسلم، مقدمہ۔
۵۔ مشکوٰۃ، باب البکاء علی المیت۔
۶۔ مسلم، کتاب الصیام، باب تغلیظ تحریم الجماع فی نهار رمضانه۔
۷۔ بخاری، باب صلوٰۃ النوافل جماعة۔
۸۔ محمد ابوزہرہ، الحدیث و المحدثون، مصر، ۱۳۷۸ھ، ص ۲۸۱-۲۸۲۔
۹۔ ایضاً۔
۱۰۔ علی القاری، موضوعات کبیر، قرآن محل کراچی، ص ۲۲۵۔
۱۱۔ ایضاً، ص ۲۰۳۔
۱۲۔ شمس الدین ابن قیم، المنار والمنیف فی الصحیح والضعیف، ص ۷۸۔
۱۳۔ ایضاً، ص ۴۴۵۔
۱۴۔ جلال الدین سیوطی، اللالی الموضوعة، مطبع علوی (ہند)، ۱۳۰۲ھ، ۴۲۳۔
۱۵۔ الانعام ۶:۱۶۴۔
۱۶۔ الحدیث والحدثون، ص ۳۱۰۔
۱۷۔ ایضاً، صفحہ ۳۰۸۔
۱۸۔ اللالی الموضوعہ، ص ۲۱۹، ۱۹۷۔
۱۹۔ محمد طاہر الفتنی، تذکرۃ الموضوعات، مصر، ۱۳۴۳ھ، ص ۳۶۔
۲۰۔ محمد تقی امینی، حدیث کا درایتی معیار، دار المصنفین دہلی، ۱۹۸۰ء، ص ۲۰۳۔

۲۱۔ موضوعات کبیر، ص ۴۸۵۔
۲۲۔ ایضاً، ص ۵۰۶۔
۲۳۔ اللآلی الموضوعہ، ص ۵۹۷۔
۲۴۔ ابن صلاح، مقدمہ، مطبع دار الکتب، ۱۹۷۴ء، ص ۲۱۲۔
۲۵۔ تذکرۃ الموضوعات، ص ۷۸۔
۲۶۔ اللآلی الموضوعہ، ص ۱۳۷۔
۲۷۔ المنار المنیف، ص ۶۰۔
۲۸۔ شمس الدین محمد السخاوی، المقاصد الحسنۃ، بغداد، ۱۹۵۶ء، ص ۲۵۵۔
۲۹۔ اللآلی الموضوعہ، ص ۴۰۸۔
۳۰۔ المنار المنیف، ص ۱۰۴۔
۳۱۔ ایضاً۔
۳۲۔ ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی، السنة ومكانتها فى التشريع الاسلامی، قاہرہ، ۱۹۶۱ء، ص ۱۱۷۔
۳۳۔ موضوعات کبیر، ص ۲۶۰۔
۳۴۔ جلال الدین سیوطی، تدریب الراوی، لاہور، ج ۱، ص ۲۸۷۔
۳۵۔ موضوعات کبیر، ص ۲۲۲۔
۳۶۔ المنار المنیف، ص ۵۷۔
۳۷۔ موضوعات کبیر، ص ۱۸۲۔
۳۸۔ ایضاً، ص ۱۵۳۔
۳۹۔ موضوعات کبیر، ص ۵۶۱؛ المنار المنیف، ص ۱۱۱۔
۴۰۔ ایضاً، ص ۵۰۵؛ ایضاً، ص ۶۱۔
۴۱۔ المنار المنیف، ص ۶۷۔ ابن قیم نے فرمایا:

الأحاديث التى فيها الخضر وحياته كلها كذب، ولا يصح فى حياته حديث واحد.

اگرچہ یہ مسئلہ متاخرین کے یہاں باعثِ نزاع رہا ہے، مگر اکثریت نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ حیات خضر کا تصور غلط ہے۔

۴ـ الحجرات ۴۹:۱۳ـ

۴ـ المقاصد الحسنہ، ص۱۴۳ـ

۴ـ اللالی الموضوعہ، ص۲۷۱؛ المنار المنیف، ص۱۰۱ـ

۱ـ المنار المنیف، ص۱۳۶ـ

۱ـ موضوعات کبیر، ص۲۰۳ـ

۱ـ Goldziher, Muslim Studies, London, Vol.2, p.140.

۱ـ محمد بن علی الشوکانی، الفوائد المجموعة فی الاحادیث الموضوعة، بیروت، ۱۹۸۶ء،
ص ۴۳۷ـ علامہ شوکانی فرماتے ہیں:

لا یصح منها حدیث مرفوع علیٰ هذا النسق فی هذه الأسانید.

ـ ایضاً۔

ـ تدریب الراوی، ج۱، ص۲۹۰ـ

موضوعات کبیر، ص ۴۶۵ـ اس میں صرف ایک پہلی حدیث صحیح ہے۔ تذکرۃ الموضوعات، ص۸ـ

ـ مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب ابتداء خلق، اس روایت کے متعلق ابن قیم نے فرمایا کہ یہ کعب الاحبار کا قول ہے، حدیث نہیں۔ المنار المنیف، ص۸۵ـ

ـ قٓ ۵۰:۳۸ـ

ـ حٰمٓ السجدة ۴۱:۹-۱۱ـ

ـ ترمذی، کتاب الایمان، باب إن الإسلام بدأ غریبا.

ـ ایضاً، باب افتراق هذه الأمة.

ـ الصف ۶۱:۹ـ

ـ الصف ۶۱:۸ـ

معاشی، معاشرتی اور سماجی امور۔ کے حوالے سے ۲۷ قیمتی مقالات و
مضامین کا قیمتی اور اہم مجموعہ

صراط مستقیم

از

حضرت مولانا مفتی غلام قادر

رحمة الله عليه

ترتیب

سید عزیز الرحمن

صرف ۱۳۰ روپے منی آرڈر کے ذریعے ارسال فرماکر کتاب
گھر بیٹھے حاصل کریں

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز

ا ے۔۴/۱۷، ناظم آباد نمبر ۴۔ کراچی پوسٹ کوڈ ۷۴۶۰۰، فون: ۶۶۸۴۷۹۰